مُحَمَّد ﷺ

مشن

اور

کِردار

مؤلف: **مولاناریاض احمد خان**

شائع کردہ:

ادارہ دعوۃ القرآن

۵۹ محمد علی روڈ ممبئی ۴۰۰۰۰۳ ☆فون: ۲۳۴۶۵۰۰۵

تیسرا ایڈیشن ۱۰۰۰

اپریل ۲۰۱۵ء

Price : Rs. 10/-

بسمہٖ تعالیٰ

عرض ناشر

محمد ﷺ کی شان میں علامہ شیرازیؒ کا ایک شعر ہے۔

''لایمکن الثناء کما کان حقہ   بعداز بزرگ توئی قصہ مختصر''

اور عاشقان رسول و اولیاء نے تو حد کر دی انہیں اللہ رب العزت کی شان گھٹانے میں ذرا عار محسوس نہیں ہوتی حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی شان میں کسی نے گستاخی کرتے ہوئے کہا ہے ''نقل کفر، کفر نا باشد''۔

کسی کو کچھ نہیں ملتا تیری عطا کے بغیر   خدا بھی کچھ نہیں دیتا تیری رضا کے بغیر

لیکن رسول اللہ ﷺ فدا امی و ابی اپنی ایسی تعریف، جسے دوسرے نبی پر آپ ﷺ کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہو پسند نہیں فرماتے تھے اور صحابہ کو حکم دیتے کہ ''نبیوں کے ذکر میں ایسا طرز بیان اختیار نہ کرو جس سے کسی کو کسی پر فضیلت کا اظہار ہو۔'' ''میری شان میں مبالغہ نہ کرو جس طرح نصاریٰ نے ابن مریم کی شان میں کیا کیوں کہ میں تو اللہ کا بندہ ہوں تو مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو'۔ (بخاری) لیکن ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یا خیر البریة (یعنی مخلوق میں سب سے بہتر) تو آپ نے برجستہ فرمایا کہ یہ شان و مرتبہ میرا نہیں ہے ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ (بخاری) بہر حال اتنی بڑی شخصیت کا کارنامہ اوران کے کاموں کا نچوڑ اور تعلیمات کو اتنے مختصر اور جامع انداز میں پیش کرنا مولانا ریاض احمد کا کمال ہی کہا جا سکتا ہے۔

یہ مختصر کتابچہ لکھنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ برادران وطن مختصر وقت میں آپ کے زندگی کے اہم واقعات، کارناموں اور تعلیمات کو جان سکیں۔ اس میں کتنے کامیاب ہوئے ہیں یہ قارئین ہی بتا سکتے ہیں۔ اس کتابچہ کا مراٹھی ترجمہ اسلامک مراٹھی پبلیکیشن ممبئی نے شائع کیا ہے۔ لہٰذا برادران اسلام کو چاہئے کہ اس کتابچہ کا مطالعہ کر کے مراٹھی ترجمہ برادران وطن تک پہنچا دیں کیوں کہ نبی ﷺ اللہ کی طرف سے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجے گئے ہیں جس طرح وہ ہمارے لئے آخری پیغمبر ہیں اسی طرح ساری انسانیت اور قیامت تک کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ لہٰذا آپ کی زندگی کے واقعات، تعلیمات اور کارناموں کو تمام انسانوں تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد صدیق قریشی

سکریٹری

ادارہ دعوۃ القرآن ممبئی۔ ۳

بسم الله الرحمن الرحیم

محمد ﷺ کون تھے ان کا مشن کیا تھا؟ ان کی ذات اور مشن سے برادرانِ وطن کو واقف کرانا، مسلمانوں کے نزدیک کیوں ضروری اور اہم ہے؟ اور خود برادرانِ وطن کو ان کے بارے میں جاننا کیوں اور کس لئے ضروری ہے؟ اس علم اور جانکاری کا فائدہ کیا ہے؟ اور لاعلمی کا نقصان کیا ہوگا؟

اس دنیا میں صحیح، بامقصد اور پرسکون زندگی گزارنے کیلئے، سب سے پہلا، ضروری اور اہم سوال انسان کے سامنے یہ ہے کہ اسے خود اپنے اور اس دنیا کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ دنیا میں اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ خود اس دنیا کی حیثیت کیا ہے؟ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ اور انسان کہاں چلا جاتا ہے؟ کائنات اور انسان کو وجود میں لانے والا کوئی خالق و مالک ہے یا اتفاقی حادثہ کے نتیجے میں خود بخود وجود میں آ گیا ہے؟ اگر خالق ہے تو وہ کیسا ہے؟ کن صفات وکمالات کا مالک ہے؟ اس کے حقوق واختیارات کیا ہیں۔ کائنات اور انسان کو کس مقصد کیلئے پیدا کیا ہے؟

انسانوں میں دو طرح کے لوگوں نے ان سوالات کا جواب دیا ہے۔ ایک وہ ہیں جنہیں دنیا دانشور، مفکر اور فلسفی کی حیثیت سے جانتی ہے۔ جنہوں نے عقل، قیاس اور گمان کے ذریعہ، ان کا جواب دیا ہے۔

دوسرے وہ ہیں جنہیں دنیا نبی اور رسول یا اسی طرح کے دیگر ناموں سے پہچانتی ہے۔ جن کا دعویٰ یہ ہے کہ ہمارے پاس علم کا وہ سرچشمہ ہے جو کسی دوسرے انسان کے پاس نہیں ہے۔ کیونکہ ہم اس ذات کے نمائندے ہیں جو کائنات اور انسان کا خالق و مالک ہے۔ اس نے انسانوں کی خودشناسی کیلئے ہی ہمیں منتخب کیا ہے۔ تاکہ ہم انسانوں کو بتائیں کہ وہ کون

ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ دنیا میں ان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اور مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ وغیرہ وغیرہ۔

محسن انسانیت محمد ﷺ اسی انبیائی سلسلے کے آخری نبی اور رسول ہیں جو پہلے انسان اور پہلے نبی حضرت آدمؑ سے لیکر محمد ﷺ تک، ہر جگہ اور ہر دور میں جہاں جہاں انسان آباد تھا، ان کی رہنمائی وہدایت کے لئے دنیا میں آئے تھے۔

محسن انسانیت محمد ﷺ نے پہلی بات انسانوں کو یہ بتائی کہ اس کائنات اور انسان کا خالق، مالک، حاکم اور رب ایک اللہ ہے۔ جو اکیلا ہے۔ بےغرض اور بے نیاز ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ بے مثل ہے، اس کے جیسا کوئی نہیں ماضی اور مستقبل کا جاننے والا ہے۔ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اس کا اقتدار سب پر حاوی ہے، کائنات کی ہر مخلوق چاہے نہ چاہے اس کی فرمانبردار اور مسلم ہے۔ کوئی اس کا شریک اور ہمسر نہیں ہے، کوئی اس کی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ معبود حقیقی وہی ہے اور اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس نے انسان کو دنیا میں اپنی عبادت واطاعت کے لئے پیدا کیا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

دوسری بات جو آپؐ نے بتائی وہ یہ ہے کہ سارے انسان آدم علیہ السلام وحوا کی اولاد ہیں، باہم بھائی بھائی ہیں۔ اور درجہ ومرتبہ میں سب برابر ہیں۔ پیدائش کے اعتبار سے ان میں کوئی شریف، کوئی رذیل، کوئی بڑا اور کوئی چھوٹا نہیں ہے۔ رنگوں، نسلوں، قوموں اور قبیلوں میں ان کی تقسیم، مراتب ودرجات کے فرق یا شریف اور رذیل کے فرق کیلئے نہیں، بلکہ باہمی تعارف اور امتحان کیلئے ہے۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ شریف، بلند مرتبہ اور عزت والا وہ ہے جو انسانوں میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا نیک اور اللہ کی

عبادت واطاعت کرنے والا ہے۔اور رذیل وہ ہے جو فاجر اور بدکار رہے۔درج ذیل آیت وحدیث میں یہی بیان ہوا ہے:

''اے انسانو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں۔تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ نیک اور پرہیزگار ہے''۔(الحجرات آیت ۱۳)

''انسان آدم کی اولاد ہے۔اسلئے وہ بھائی بھائی ہیں باپ اور ماں کے اشتراک کی وجہ ہے''۔(حدیث)

''اے انسانو! جان لو کہ تمہارا اللہ ایک ہے کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت اور بڑائی حاصل نہیں ہے مگر نیکی اور تقویٰ کے اعتبار سے''۔ (بیہقی)

'' تیسری بات محمد ﷺ نے یہ بتائی کہ اس دنیا میں طریقِ زندگی کی حیثیت سے، انسانوں کیلئے اللہ نے جس دین کو پسند کیا ہے وہ اسلام ہے یعنی اللہ کی مخلصانہ عبادت اور اطاعت۔اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور مقبول نہیں ہے۔ کیونکہ آسمانوں اور زمین میں پائی جانے والی تمام مخلوق چارو ناچار اللہ کے حکم کے تابع یعنی مسلم ہے۔قرآن کی درج ذیل آیات اسی بات پر دلالت کرتی ہیں۔''

''اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے''۔(آل عمران آیت ۱۹)

''اسلام کے سوا، جو شخص کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے تو اس کا وہ دین (طریقہ) ہرگز قبول نہ کیا جائے گا''۔(آل عمران آیت ۸۵)

'' کیا یہ لوگ اللہ کے دین (طریقہ) کو چھوڑ کر، کوئی اور دین چاہتے ہیں۔حالانکہ

آسمان وزمین کی ساری چیزیں چاروناچار اللہ ہی کی مسلم (تابع فرمان) ہیں''۔(آل عمران آیت ۸۳)

چوتھی بات محمد ﷺ نے یہ بتائی کہ اللہ نے انسان کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔اسکو دنیا میں بہترین ساخت اور فطرت پر پیدا کیا ہے۔اس کی طبیعت میں بھلائی و برائی اور نیکی وبدی کی تمیز اور پہچان کیلئے، ملامت کرنے والا نفس ودیعت فرمایا ہے۔ارادہ، اختیار اور عمل کی آزادی عطا فرمائی ہے۔درجہ ومرتبہ کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے۔اور زمین پر موجود تمام مخلوق اور چیزوں کو اس کے قبضۂ قدرت اور تصرف میں دے دیا ہے تاکہ دنیا میں جو نعمتیں اس نے اسکو عطا فرمائی ہیں ان میں اسکا امتحان لے اور یہ دیکھے کہ کون ہے جو شکر گذار بندہ بن کر، اس دنیا میں اس کا مطیع اور فرمانبردار بنتا ہے اور کون ہے جو اس کی ناشکری اور کفرانِ نعمت کا رویہ اختیار کرکے، دنیا میں نفس اور شیطان کی پیروی کرتا ہے۔ آپؐ نے یہ بھی بتایا کہ اللہ نے دنیا کو تو یقیناً انسان کیلئے بنایا ہے لیکن انسان کو دنیا کے لئے نہیں بلکہ آخرت کی زندگی کی تیاری کیلئے دنیا میں پیدا کیا ہے۔جہاں موت کے بعد، انسان کو ہمیشہ کیلئے رہنا ہے جہاں دنیاوی زندگی کے امتحان میں کامیابی پر انعام اور ناکامی پر سزا پائے گا۔حضور ﷺ کا ارشاد ملاحظہ ہو:۔

''دنیا آخرت کی کھیتی ہے''(حدیث)

''(اے انسانو!) دنیا تمہارے لئے بنائی گئی ہے اور تم آخرت کیلئے پیدا کئے گئے ہو''۔(حدیث)

دنیوی زندگی میں انسان کے اچھے اور نیک اعمال کے نتیجے میں انعام، اور بُرے اعمال کے بدلے میں سزا کا جو اخلاقی تقاضا اور داعیہ، عقل اور نفسِ انسانی میں موجود ہے وہ

اکثر اور عام حالات میں دنیا کی عارضی اور محدود زندگی میں پورا نہیں ہوتا۔

عقل اور نفسِ انسانی میں موجود اسی تقاضے کی کماحقہ تکمیل کیلئے آخرت کی دائمی زندگی لازمی اور ناگزیر ضرورت ہے ورنہ اعمال کے نتائج کے ظہور کے اعتبار سے، دنیا میں اچھے اور بُرے دونوں قسم کے اعمال بے حیثیت، یکساں اور فضول ہو جائیں گے۔اور انسان کے اندر دنیا میں نیکی کا راستہ اختیار کرنے اور برائی کے راستہ سے بچنے کیلئے کوئی داعیہ اور محرک باقی ہی نہ رہے گا۔اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آخرت کی زندگی حق ہے اور اس کے بغیر دنیاوی زندگی کی کوئی معنویت، افادیت اور ضرورت باقی ہی نہیں رہ جاتی۔

منکرینِ آخرت کے غور و فکر کے لئے ان کے سامنے اللہ نے آخرت کی زندگی کے حق اور ناگزیر ضرورت ہونے پر جو دلائل قرآن میں دئے ہیں وہ ملاحظہ ہوں۔

’’کیا ہم فرمانبرداروں کا حال مجرموں کے جیسا کردیں گے؟ تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے۔تم کیسے حکم لگاتے ہو۔‘‘(القلم ۳۵۔۳۶)

’’اور یہ نہیں ہوسکتا کہ اندھے اور دیکھنے والے دونوں یکساں ہو جائیں۔اور نہ ہی گنہگار اور نیک برابر ہو سکتے ہیں۔مگر تم لوگ کم ہی کچھ سمجھتے ہو‘‘۔ (المؤمن ۵۸)

نفسِ انسانی میں اللہ نے کچھ داعیات اور خواہشات ایسی بھی رکھی ہیں جن کا حصول دنیا کی عارضی اور محدود زندگی میں ناممکن ہے یہ اپنی تکمیل اور حصول کیلئے آخرت کی دائمی اور لامحدود زندگی کے محتاج ہیں۔اس کے باوجود یہ ہمیشہ سے ہر انسان کی طبیعت میں موجود ہیں مثلاً دنیا میں ایسی صحت جو بیماری سے پاک ہو۔ایسی جوانی ہو جو بڑھاپے سے برباد نہ ہو۔ایسی زندگی ہو جس پر موت طاری نہ ہو۔

یہاں پہنچ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس چیز کا حصول دنیا کی زندگی میں ممکن نہیں ہے،

جو آج تک کسی کو ملی نہیں۔اس کی طلب نفس انسانی میں کیسے، کہاں سے اور کیونکر پیدا ہوگئی؟

جواب یہ ہے کہ نفسِ انسانی میں موجود یہ طلب اور داعیہ باطل نہیں بلکہ حق ہے۔اور ان کا حاصل ہونا بھی برحق ہے لیکن یہ اس دنیا میں نہیں بلکہ دنیاوی زندگی کے امتحان میں کامیابی کے بعد، آخرت کی زندگی میں، ان لوگوں کو انعام کے طور پر حاصل ہوگی جن سے اللہ راضی ہوگا۔انہی لوگوں کو آخرت میں صحت کے ساتھ بیماری، جوانی کے ساتھ بڑھاپا اور زندگی کے ساتھ موت کا کوئی خوف نہ ہوگا۔

آخرت کی زندگی اگر حق نہ ہوتی اور دنیا کا جوڑا اور تکملہ نہ ہوتی تو نفس انسانی میں بلا استثناء یہ طلب اور داعیات بھی موجود نہ ہوتے۔نفس انسانی میں ان کے وجود سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کا جوڑا آخرت ہے اور اس کے بغیر دنیا کی زندگی بے معنٰی ہو جاتی ہے۔چنانچہ آخرت کے حق ہونے پر قرآن یہ دلیل دیتا ہے۔’’اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں شاید کہ تم اس سے سبق لو اور سمجھو۔‘‘(الذاریات ۴۹)’’کیا تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں فضول ہی پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے‘‘۔(المؤمنون ۱۱۵)

پانچویں بات یہ بتائی کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک انسانوں کی رہنمائی و ہدایت کے لئے، دنیا کے ہر گوشے اور قوم میں، جہاں جہاں انسان آباد تھا، اللہ نے جو انبیاء بھیجے ان سب کا دین اسلام تھا۔اور جو کتابیں ان کے ساتھ بھیجیں وہ ساری کتابیں، قرآن ہی کا ایک حصہ تھیں۔جن میں اس وقت کے مخصوص حالات و زمانے کی رعایت اور مناسبت سے دین اسلام کے احکام بیان کئے گئے تھے اور جو ان خاص حالات میں ان کی اصلاح کیلئے ضروری تھے۔انہیں اس وقت کی مخاطب قوم کی زبان میں نازل کیا گیا تھا۔تاکہ اللہ کا پیغام ان پر اچھی طرح واضح ہو جائے اور وہ اسے اچھی طرح

سمجھیں اوریکسو ہوکراسی پرعمل کریں۔قرآن کی ان آیات میں یہی مضمون بیان ہوا ہے:

’’ ہرامت کے لئے ایک رسول ہے‘‘۔(یونس آیت ۴۷)

’’ ہرقوم کیلئے ایک رہنمااور ہادی ہے‘‘۔(رعد آیت ۷)

’’ہم نے جب کبھی کوئی رسول بھیجاہے اس نے اپنی قوم کی زبان میں ہی پیغام دیا ہے۔ تاکہ وہ انہیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے‘‘۔(ابراھیم آیت ۴)

’’ کیاتم نے ان لوگوں کا حال نہیں دیکھا جنہیں الکتاب (قرآن) میں سے کچھ حصہ ملا ہے وہ جبت اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں‘‘۔(النساء آیت ۵۱)

’’ کیا تم نے ان لوگوں کا حال نہیں دیکھا جنہیں الکتاب (قرآن) میں سے کچھ ملا ہے۔وہ گمراہی کے خریدار ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ گم کردو‘‘(النساء آیت ۴۴)۔

چھٹی بات آپؐ نے یہ بتائی کہ میں دنیا میں آنے والا آخری نبی اور خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد دنیا میں کوئی نبی نہیں آئے گا۔میں قیامت تک پیدا ہونے والے سارے انسانوں کے لئے نبی ورسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔مجھ سے پہلے،مختلف زبانوں،ملکوں اور قوموں میں جو نبی اور رسول آئے ہیں ان سب نے اپنی اپنی قوم میں اسی دین کی دعوت دی تھی جس کو لیکر میں آیا ہوں۔میں ان سب کی تصدیق کرتا ہوں۔ان پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں،ان کے درمیان کسی بھی قسم کی کوئی تفریق اور امتیاز روا نہیں رکھتا،وہ سب اللہ کے برگزیدہ،محبوب اور منتخب بندے اور رسول تھے۔کسی بھی شخص کا دین اسلام پر ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا،جب تک وہ ان تمام سابقہ انبیاء اور کتابوں پر ایمان نہ لائے ان کی رسالت کی تصدیق نہ کرے اوران سے محبت اوران کا احترام نہ کرے۔

قرآن کریم وہ کتابِ ہدایت ہے جسے اللہ نے انسانوں کے دستورِ حیات کی حیثیت

سے پسند فرمایا ہے۔جس کے مختلف حصوں کو حالات وزمانہ کی مناسبت سے انسانوں کی رہنمائی کے لئے مختلف انبیاء پر نازل کرتا رہا ہے۔قرآن سابقہ انبیاء پر نازل ہونے والی تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے ان پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے۔ان کے حق پر مبنی مضامین کا نگراں اور محافظ ہے۔ان سابقہ آسمانی کتابوں میں جو کچھ قرآن کے مطابق پایا جاتا ہے وہ حق ہے۔اور جو اس کے خلاف ہے وہ تحریف اور باطل ہے۔قرآن کی درج ذیل آیات اسی مضمون پر دلالت کرتی ہیں۔

❁’’(لوگو) محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔بلکہ وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں‘‘۔(الاحزاب آیت ۴۰)

❁’’اے محمدؐ! اعلان کردو کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں‘‘۔(الاعراف آیت ۱۵)

❁’’حالانکہ وہ (محمدؐ) حق لیکر آیا ہے اور اس نے رسولوں کی تصدیق کی ہے‘‘۔(صافات آیت ۳۷)

❁’’یہ سب (مؤمنین) اللہ اوراس کے فرشتوں اوراس کی کتابوں اوراس کے رسول کو مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے۔اوران کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے‘‘۔(البقرہ آیت ۲۵۸)

❁’’پھراے نبیؐ،ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جوحق لے کر آئی ہے۔اور الکتاب (قرآن) میں سے جو کچھ اس کے پہلے سے موجود ہے اس کی تصدیق کرنے والی اوراس کی محافظ ونگہبان ہے‘‘۔(المائدہ آیت ۴۸)

ضروری اورمناسب معلوم ہوتا ہے کہ ختم نبوت کے تعلق سے،برادران وطن کے ذہنوں

میں جواشکال پیدا ہوسکتے ہیں ان کے ازالے کیلئے چند باتیں عرض کر دی جائیں۔

دنیا میں کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے، جب سابقہ نبی کی لائی ہوئی کتاب اور اس کی تعلیمات اپنی اصل شکل میں موجود اور محفوظ نہ ہوں۔ اور اصل کے ساتھ کچھ بے اصل باتیں اور اعمال اس میں مل گئے ہوں یا ملا دئے گئے ہوں۔

محمد ﷺ کو اللہ نے ایسے زمانے میں نبی بنایا، جسے دنیا تاریخی زمانہ کی حیثیت سے جانتی ہے۔ یعنی ایسا زمانہ جس میں کسی پیغام کو ضائع ہونے سے بچانے کیلئے، زبانی یاد کرنے کے علاوہ لکھ کر بھی محفوظ کیا جاسکتا ہو۔ چنانچہ نبی کریمؐ نے قرآن کو خود زبانی یاد کیا اور صحابہ کرامؓ کو حفظ کرنے کا تاکیدی حکم دیا اور حفظ کی فضیلت بھی بیان فرمائی۔ حفظ کے ساتھ، چند صحابہؓ کو قرآن کریم کی کتابت پر مامور فرمایا۔ جوں ہی قرآن کی کوئی آیت نازل ہوتی، خود حضورؐ اور صحابہؓ اسے یاد کر لیتے اور لکھنے پر مامور صحابہؓ اس کو اسی وقت لکھ کر محفوظ کر دیتے۔ اللہ و رسولؐ کی طرف سے قرآن کی حفاظت کا یہی انتظام تھا جس کی بدولت، قرآن انہیں الفاظ کے ساتھ محفوظ ہے جس پر حضورؐ نے اس کو چھوڑا تھا۔

چنانچہ پچھلی صدی کے آخر میں جرمنی کی میونخ یونیورسٹی کے ایک انسٹی ٹیوٹ نے اس بات کی تحقیق کا بیڑا اٹھایا کہ قرآن محفوظ ہے یا غیر محفوظ؟ اور دنیائے اسلام کے مختلف حصوں سے پہلی صدی ہجری سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک ہر زمانے کے لکھے ہوئے قرآن مجید کے بیالیس ہزار قلمی اور مطبوعہ نسخے جمع کئے۔ پچاس سال تک ان پر تحقیقی کام کیا اور آخر میں جو رپورٹ دی وہ یہ تھی کہ ان نسخوں میں کتابت کی غلطیوں کے سوا کوئی فرق نہیں ہے۔ (تفہیمات حصہ چہارم۔ص ۲۱۸)

موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا زمانۂ نبوت دنیا کے تمام انبیاء کے مقابلے میں محمد

ﷺ کے زمانہ نبوت سے قریب ہے۔ لیکن ان پر نازل ہونے والی کتابیں تورات اور انجیل بھی آج دنیا میں اپنی اصلی شکل میں محفوظ نہیں تو دیگر انبیاء کی کتابوں کا حال خود بخود معلوم ہو جاتا ہے۔

ساتویں بات محمد ﷺ نے یہ بتائی کہ تکمیل دین اور سلسلہ نبوت کے اختتام کے بعد، انسانوں کو گمراہی وفساد فی الارض سے بچانے اور اپنے پسندیدہ دین، اسلام کو اپنے قول وعمل کے ذریعہ، قیامت تک تمام انسانوں کے سامنے پیش کرنے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ اور اس کے افراد پر ڈالی ہے۔ دنیا وآخرت میں خسارے سے بچنے کیلئے، امت مسلمہ کے ہر فرد پر ضروری ولازم ہے کہ وہ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ ساتھ، انسانوں کے درمیان حق کی تبلیغ اور اس راہ میں صبر واستقامت کی تلقین کا فریضہ انجام دے۔ حکمت و موعظت کے ساتھ انسانوں کے سامنے دین حق کی شہادت دے۔ اور ہر انسان تک دین اسلام کو اس طرح پہنچا دے کہ کل آخرت میں، اللہ کے سامنے حساب کے وقت کسی انسان کیلئے دین اسلام سے لاعلمی اور بے خبری کا عذر باقی نہ رہے۔ یہ وہ فریضہ ہے جس کے بارے میں اللہ کے سامنے پوری امت، مسئول اور جوابدہ ہے۔

قرآن کی یہ آیات اسی مضمون پر دلالت کرتی ہیں:

’’اور اسی طرح تو ہم نے تم (مسلمانوں) کو ایک اُمت وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو‘‘۔ (البقرہ آیت ۱۴۳)

’’پھر یہ ضرور ہو کر رہنا ہے کہ ہم ان لوگوں سے باز پرس کریں گے جن کی طرف ہم نے رسول بھیجے ہیں اور رسولوں سے بھی پوچھیں گے (کہ انہوں نے پیغام رسانی کا کام کہاں تک انجام دیا اور انہیں اس کا کیا جواب ملا؟‘‘۔ (سورہ اعراف آیت ۶)

آج دنیا والوں کو محمد ﷺ کی ذات اور ان کے پیغام سے متعارف کرانے کا صحیح معنٰی یہ ہے کہ تمام انسانوں کو ان کے خالق و مالک، اللہ سے متعارف کرایا جائے۔ ان کی اپنی اصل حقیقت سے متعارف کرایا جائے ان کو اپنے دین کی اصل سے واقف کرایا جائے۔ ان کو اپنے حقیقی نفع ونقصان سے آگاہ وخبردار کیا جائے۔

آج دنیا کے ان انسانوں کا جو محمد ﷺ کی ذات اور آپؐ کے پیغام سے واقف نہیں ہیں یہ حق ہے کہ وہ ان سے آگاہ و باخبر ہوں۔ اور محمد ﷺ کے ماننے والے مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ دنیا والوں کو ان سے اور ان کے پیغام سے واقف کرائیں۔

محمد ﷺ اور دین اسلام کی عظمت اور پاکیزگی کی بلندی کو جاننے کیلئے ضروری ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے، محمد ﷺ اور ان کے دین، اسلام نے انسانوں کو کیا عطا کیا تھا۔ اس کا تقابلی مطالعہ آج کی ترقی یافتہ متمدن دنیا کے دئے ہوئے ان حقوق سے کریں جو آج اس نے انسانوں کو دئے ہیں۔ اور جو موجودہ دور کو روشنی اور علم کا زمانہ کہتی ہے۔ اور پہلے کے گزرے ہوئے زمانوں کو تاریکی اور جہالت کا نام دیتی ہے۔

تقابلی مطالعہ سے پہلے تمہیداً چند باتوں کا واضح ہوجانا ضروری اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ سترہویں صدی عیسوی سے پہلے مغربی دنیا میں حقوق انسانی کا کوئی تصور، سرے سے موجود ہی نہ تھا۔ عملاً اس تصور کا وجود، اٹھارہویں صدی کے آخر میں امریکہ وفرانس کے دستوری اعلانات میں ملتا ہے۔ بیسویں صدی کے وسط میں اقوام متحدہ نے بنیادی انسانی حقوق کا اعلانیہ شائع کیا۔ اور نسل کشی کے خلاف ایک قرارداد منظور کی۔

لیکن یہ نمائشی بنیادی حقوق، جو اقوام متحدہ نے دیئے ہیں اور جو کاغذ پر دنیا کے تمام ممالک کے دستور کی زینت بھی بن گئے ہیں، وہ زمین پر عملاً تقریباً ہر ملک میں کسی نہ کسی

بہانے سے چھینے جا رہے ہیں۔ اور اقوام متحدہ ان کا خاموش تماشائی ہے کچھ کر نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ حقوق جو کسی مجلس قانون ساز یا بادشاہ کے عطا کردہ ہوجاتے ہیں ان کو واپس لینے کا حق بھی ان کے پاس محفوظ ہوتا ہے۔ جب چاہیں دیں اور جب چاہیں چھین لیں۔

لیکن اس کے بالکل برعکس، دین اسلام میں انسان کو جو بنیادی حقوق اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے ہیں۔ دنیا کی کوئی حکومت یا پارلیمنٹ، ان کو واپس لینے، منسوخ کرنے اور ان میں ردوبدل کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتی۔ یہ دین اسلام کا حصہ ہوتے ہیں، ہر مسلمان انہیں حق تسلیم کرتا ہے اور ہر اس حکومت کو انہیں زمین پر نافذ کرنا ہوگا جو اسلام کی علمبردار ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آج دنیا کے ممالک میں بالعموم اور مغربی ممالک میں بالخصوص، جو بنیادی انسانی حقوق دئے گئے ہیں، وہ اکثر وبیشتر حالات میں، ان شہریوں یا سفید نسل والوں کے حقوق ہیں جو وہاں رہتے ہیں۔ عام انسانوں کے حقوق نہیں ہیں۔ ورنہ آسٹریلیا میں انسانوں کا شکار کرکے، سفید نسل والوں کے لئے ان کی زمین خالی نہ کرائی جاتی۔ اور امریکہ میں پُرانے باشندوں کی نسل کشی نہ کی گئی ہوتی۔ اور افریقہ کے مختلف علاقوں میں گھس کر، زبردستی انسانوں کو غلام نہ بنایا جاتا اور جانوروں کی طرح ہلاک نہ کیا جاتا۔

اس کے بالکل برعکس، اسلام جو بنیادی انسانی حقوق انسانوں کو دیتا ہے۔ وہ بحیثیت شہری نہیں بلکہ بحیثیت انسان دیتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، اپنی قوم کا ہو یا غیر قوم کا، اپنے ملک کا ہو یا کسی دوسرے ملک کا، جنگل اور دیہات کا باشندہ ہو یا شہر کا محض انسان ہونے کی حیثیت سے اس کے کچھ بنیادی حقوق ہیں، جن کو ادا کرنا ایک مسلمان پر فرض ہے۔ اور جن کی نگہداشت ونفاذ ایک اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

اس تمہید کو نظر میں رکھیں اور آج سے چودہ سو سال پہلے، اسلام نے جو بنیادی حقوق انسان کو عطا فرمائے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) زندہ رہنے کا حق:

اسلام کے عطا کردہ حقوق میں پہلا حق زندہ رہنے کا ہے۔ جس کا اعلان قرآن میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

''جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا، اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا''۔ (المائدہ آیت ۳۲)

''اور جس جان کو اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے اس کو قتل نہ کرو مگر حق پر''۔ (بنی اسرائیل آیت ۳۳)

جہاں تک خون کا بدلہ لینے کا معاملہ ہے یا فساد فی الارض پر قتل کی سزا دینے کا سوال ہے۔ اس کا فیصلہ ایک عدالت ہی کر سکتی ہے فرد نہیں کر سکتا۔ یا کسی قوم سے جنگ کا فیصلہ، ایک باقاعدہ حکومت ہی کر سکتی ہے چند افراد نہیں کر سکتے۔ رسولؐ اللہ نے قتل نفس کو شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔

''اللہ کے ساتھ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ کسی انسان کو قتل کرنا ہے۔'' (حدیث)

(۲) حفاظت جان کا حق:

قرآن کریم فرماتا ہے کہ: ''اور جس نے کسی نفس کو بچایا اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخشی''۔ (المائدہ آیت ۳۲)

ایک انسان بیمار یا زخمی ہے۔ قطع نظر اس کے کہ کس نسل، کس قوم یا کس رنگ کا ہے۔

آپ کا کام یہ ہے کہ اس کی بیماری اور زخم کے علاج کی فکر کریں۔ اگر وہ بھوک سے مر رہا ہے تو اس کو کھانا کھلانا، اس کو زندہ رکھنا ہے۔ اگر ڈوب رہا ہے یا اور کسی خطرے سے دوچار ہے تو اسے ان خطرات سے بچانا، اس کو زندہ رکھنا ہے۔ مسلمان ہر انسان کی جان بچانے کو اپنا فرض سمجھتا ہے کیونکہ قرآن نے انہیں یہی حکم دیا ہے۔

(۳) عورت کی عصمت کا احترام:

اسلام کے دئے ہوئے انسانی حقوق میں تیسرا اہم حق یہ ہے کہ عورت کی عصمت ہر حال میں محترم ہے خواہ وہ اپنی قوم کی ہو یا دشمن قوم کی۔ جنگل بیابان میں ملے یا کسی مفتوح شہر میں۔ مسلم ہو یا غیر مسلم یا لامذہب ہو، ایک مسلمان کسی بھی حال میں اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ کیونکہ قرآن مجید نے اس سے منع کیا ہے۔

''اور زنا کے قریب نہ پھٹکو وہ بہت بُرا فعل ہے اور نہایت بُرا راستہ'' (بنی اسرائیل: آیت ۳۲) اور اگر کوئی مسلمان اس فعل کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ سزا سے نہیں بچ سکتا، خواہ دنیا میں سزا پائے یا آخرت میں۔

(۴) سائل و محروم کو مدد پانے کا حق:

قرآن مجید میں حکم دیا گیا کہ: ''اور مسلمانوں کے مالوں میں مدد مانگنے والوں اور محروم رہ جانے والوں کا حق ہے'' (الذاریات آیت ۱۹)۔ یہ حکم مکہ میں دیا گیا جہاں کوئی باقاعدہ مسلم معاشرہ بنا ہی نہ تھا۔ اس لئے اس آیت کا واضح مطلب یہ ہے کہ مسلمان کے مال پر ہر مدد مانگنے والے اور ہر محروم کا حق ہے، خواہ وہ اپنی قوم و ملک کا ہو یا کسی دوسری قوم اور ملک سے تعلق رکھتا ہو۔ استطاعت کے مطابق ان کا حق ادا کرنا، ایک مسلمان اور مسلم معاشرہ پر لازم ہے۔

(۵)انسان کی آزادی کا حق:

اسلام میں کسی آزاد انسان کو پکڑ کر غلام بنانا قطعی حرام قرار دیا گیا ہے۔رسول اللہؐ نے واضح الفاظ میں اعلان فرمایا ہے کے'' تین قسم کے لوگوں کے خلاف میں قیامت کے دن فریادی ہونگا۔'' ان میں ایک شخص وہ ہوگا جو کسی آزاد انسان کو پکڑ کر بیچے اور اس کی قیمت کھائے''۔(رجل باع حرا فاکل ثمنه)حضورؐ کے الفاظ عام ہیں ان کو کسی قوم، نسل ملک یا وطن کے انسان کے ساتھ مخصوص نہیں کیا گیا ہے۔

آج سے چودہ سو سال پہلے ،عرب میں جو لوگ اسلام سے پہلے غلام چلے آرہے تھے۔ان کو آزاد کرنے کی ترغیب دی گئی۔ برضا ور غبت خود سے غلام کو آزاد کرنا ایک بڑی نیکی کا کام قرار دیا گیا۔لوگوں کو حکم دیا گیا کہ اپنے بعض گناہوں کے کفاروں میں ان کو آزاد کریں۔ یہ تک کہا گیا کہ آزاد کرنے والے کا ہر عضو اس غلام کے ہر عضو کے بدلے ،جہنم سے بچ جائے گا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چالیس سال کی قلیل مدت میں عرب کے تمام قدیم غلام آزاد ہوگئے۔

خود حضورؐ نے ۶۳ غلام آزاد کئے۔حضرت عائشہؓ نے ۶۷،حضرت عباسؓ نے ۷۰،اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے ایک ہزار اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بیس ہزار غلام خرید کر آزاد کئے۔

جب کہ اس کے بالکل برعکس مغرب میں اٹھارہویں صدی عیسوی تک غلاموں کی ظالمانہ تجارت جاری رہی ہے۔صرف ایک صدی میں (۱۶۸۰ء سے ۱۷۸۶ء تک) برطانوی مقبوضات کے لئے ،افریقہ سے جتنے آدمی پکڑ کرلے جائے گئے۔ان کی تعداد خود برطانوی مصنفین نے دو کروڑ بتائی ہے۔اور آج بھی امریکہ و دیگر مغربی دنیا گوروں و کالوں

کے نسلی امتیاز سے آزاد نہیں ہوئی ہے۔

(٦) انصاف ہر انسان کا حق ہے:

یہ بڑا اہم حق ہے، جو اسلام نے انسان کو بحیثیت انسان عطا کیا ہے۔قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ'' کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے۔۔۔۔کہ تم ناحق زیادتی کرنے لگو'' (مائدہ آیت ۲)۔اسی سلسلے میں آگے چل کر فرمایا کہ'' کسی قوم کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ تم انصاف نہ کرو۔انصاف کرو۔یہی تقویٰ سے قریب تر ہے''۔(المائدہ آیت ۸)ایک اور مقام پر فرمایا کہ'' اے لوگوں جو ایمان لائے ہو انصاف کے علمبردار اور خدا کے لئے گواہ بنو، اگرچہ کہ معاملہ اپنی ذات کا ہو۔اور اس پر اس کی زد پڑتی ہو یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔فریقِ معاملہ امیر ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے''۔(النساء آیت ۱۳۵)

معلوم ہوا کہ اسلام جس انصاف کا علمبردار ہے وہ محض اپنی قوم کے لوگوں اور مسلمان ہی کیلئے نہیں بلکہ دنیا بھر کے انسانوں کیلئے ہے۔یہاں تک کہ قوم اور ملک کے دشمنوں تک کیلئے ہے۔

(۷)مساوات اور برابری کا حق:

اسلام رنگ و نسل کے اعتبار کے بغیر، تمام انسانوں کے درمیان نہ صرف مساوات کا حق تسلیم کرتا ہے۔ بلکہ اسے ایک اہم اصول قرار دیتا ہے۔قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ'' اے انسانو! ہم نے تم کو ایک مرد، عورت(باپ اور ماں) سے پیدا کیا اور ہم نے تم کو قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا، تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔درحقیقت تم میں معزز وہ ہے جو تم میں سب

سے زیادہ خداترس اور نیک ہے''۔(الحجرات آیت ۱۳)اس سے معلوم ہوا کہ تمام انسان اصل میں بھائی بھائی ہیں۔انسان کو انسان پر فضیلت صرف اخلاق اور پاکیزہ کردار کی بنا پر ہے۔ رنگ، نسل، زبان اور وطن کی بنیاد پر نہیں ہے۔پاکیزہ کردار کے حامل انسان کی فضیلت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نیک آدمی کے حقوق، بُرے آدمیوں کے حقوق پر فائق یا اس سے زیادہ ہوں، کیونکہ یہ انسانی مساوات کے خلاف ہے۔اس فضیلت کی اصل وجہ یہ ہے کہ نیکی، برائی کے مقابلے میں بہرحال افضل ہے۔اسی بات کو حضورؐ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ''کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے، نہ عجمی کو عربی پر، نہ گورے کو کالے پر، اور نہ کالے کو گورے پر کوئی فضیلت ہے۔تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے''۔

اس طرح اسلام نے تمام نوع انسانی میں مساوات قائم کی اور رنگ، نسل، زبان اور وطن کی بنا پر سارے امتیازات کی جڑ کاٹ دی۔

(۸) نیکی میں سب سے تعاون اور بدی میں نہیں:

اسلام کا ایک نہایت اہم قاعدہ کلّیہ یہ ہے کہ ''نیکی اور پرہیزگاری میں تعاون کرو۔بدی اور گناہ کے کام میں تعاون نہ کرو''۔(المائدہ آیت ۲)اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بھلائی اور نیکی کا کام کرے۔قطع نظر اس کے کہ وہ اپنا ہو یا غیر، دوست ہو یا دشمن، مشرق کا رہنے والا ہو یا مغرب کا، اس کا یہ حق ہے کہ مسلمان اس سے تعاون کریں۔اس کے برعکس جو شخص بدی کا کام کرے۔خواہ وہ دوست یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، اس کے ساتھ تعاون نہ کرنا ایک مسلمان پر لازم ہے۔یہ وہ حقوق ہیں جو اسلام، انسان کو عطا کرتا ہے۔اس کے علاوہ کچھ حقوق وہ ہیں جو وہ اپنے شہریوں کو عطا کرتا ہے خواہ وہ اپنا ہو یا غیر۔

اسلام میں شہریوں کے حقوق

(۱) جان، مال اور عزت کا تحفظ:

رسولؐ اللہ نے حجتہ الوداع کے موقعہ پر اعلان فرمایا کہ ''لوگو! تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں''۔(حدیث) حضورؐ نے ذِمّیوں کے بارے میں فرمایا کہ ''جس نے کسی معاہد (ذمی) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو سے محروم ہوگا''۔ (حدیث) قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھایا کرو''۔(البقرہ آیت نمبر ۱۸۸) ''لوگ ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں، اور تضحیک نہ کریں''۔اور تم آپس میں ایک دوسرے پر چوٹیں نہ کرو''۔''الزام نہ دھرو''۔طعنے نہ دو''۔ ''کھلم کھلا یا اشاروں سے تذلیل نہ کرو''۔ایک دوسرے کو بُرے نام نہ دو''۔اور تم میں سے کوئی کسی کی پیٹھ کے پیچھے اس کی برائی نہ کرے''۔(الحجرات آیات ۱۱۔۱۲)

(۲) نجی زندگی کا تحفظ:

اسلام ہر انسان کا یہ حق قرار دیتا ہے کہ اس کی نجی زندگی میں کوئی ناجائز مداخلت نہ ہونے پائے۔قرآن مجید کا حکم ہے کہ: لَا تَجَسَّسُوا ''لوگوں کے حالات کا تجَسُّس نہ کرو''۔(الحجرات آیت ۱۲) ''لوگوں کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو''۔(النور آیت ۲۷)

(۳) شخصی آزادی کا تحفظ:

اسلام کا اصول یہ ہے کہ کسی شخص کو اس کا جرم کھلی عدالت میں ثابت کئے بغیر قید نہیں کیا

جا سکتا۔محض شبہ کی بنا پر پکڑنا اور کسی عدالتی کارروائی اور صفائی کا موقع دئے بغیر قید کر دینا، اسلام میں جائز نہیں ہے۔اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ''اسلام میں کوئی عدل کے بغیر قید نہیں کیا جا سکتا''۔

(۴) ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق:

اسلام کے عطا کردہ حقوق میں، ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق بھی ہے۔قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اللہ کو بُرے طریقے سے آواز بلند کرنا پسند نہیں ہے۔سوائے اس شخص کے جس پر ظلم کیا گیا ہو''۔(النساء آیت ۱۴۸)

یعنی مظلوم شخص کو اللہ یہ حق دیتا ہے کہ وہ علی الاعلان ظلم کے خلاف آواز بلند کرے۔ آیت کے الفاظ عام ہیں۔اس لئے کوئی جماعت یا گروہ اقتدار پر قابض ہو کر، افراد یا جماعتوں یا پوری آبادی پر ظلم ڈھانے لگے، تو ان کے خلاف بر سر عام صدائے احتجاج بلند کرنا خدا کا دیا ہوا حق ہے۔اور اس حق کو سلب کرنے کا حق اللہ نے کسی کو نہیں دیا ہے۔

(۵) اظہارِ رائے کی آزادیٔ کا حق:

اسلام آزادیٔ اظہار رائے کا حق اس شرط کے ساتھ دیتا ہے کہ وہ بھلائی پھیلانے کے لئے ہو، برائی پھیلانے کے لئے نہیں، اظہار رائے کی آزادی کا یہ اسلامی تصور، موجودہ مغربی تصور آزادی سے بدرجہا بلند ہے۔قرآن میں مومنوں کی صفت یہ بیان کی گئی ہے۔''وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں''۔(آل عمران آیت ۱۱۰) برائی خواہ کوئی شخص کر رہا ہو یا کوئی گروہ۔اپنے ملک کی حکومت کر رہی ہو یا دوسرے ملک کی۔اپنی قوم کر رہی ہو یا دوسری قوم۔مسلمان کا حق ہے اور یہ اس کا فرض بھی ہے کہ اس پر ٹوکے، اس سے

روکے، اور اس کے خلاف علی الاعلان اظہار ناراضگی کرکے، یہ بتائے کہ بھلائی کیا ہے۔

(۶) آزادیٔ اجتماع کا حق:

اجتماع اور جماعت سازی کا حق بھی اسلام نے دیا ہے۔مگر وہ بھی اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ بھلائی پھیلانے کیلئے ہو۔بُرائی پھیلانے کیلئے نہ ہو۔قرآن میں پوری اُمّت کو یوں خطاب کیا گیا ''تم وہ بہترین اُمّت ہو جسے انسانوں (کی اصلاح) کیلئے نکالا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو''۔(آل عمران آیت ۱۱۰)

اگر پوری امت یہ کام نہ کرے تو ایک جماعت تو امت میں ہونی ہی چاہئے جو یہ کام کرے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''تم میں ایک جماعت تو ایسی ہونی ہی چاہئے جو خیر کی طرف بلائے ، بھلائی کا حکم دے اور بدی سے روکے، اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں''۔(آل عمران آیت ۱۰۴)

(۷) ضمیر و اعتقاد کی آزادی کا حق:

اسلام انسانوں کی ضمیر و اعتقاد کی آزادی کا حق بھی دیتا ہے قرآن کریم میں اللہ کا ارشاد ہے کہ ''دین میں کوئی زور و زبردستی نہیں ہے''۔(سورہ بقرہ آیت ۲۵۶) اگرچہ دینِ اسلام کی طرف دعوت دینے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں ہے۔مگر یہ نیکی لوگوں پر زبردستی مسلط نہیں کی جائے گی۔لوگوں کے اس حق کا احترام کیا جائے گا کہ وہ اپنی آزاد مرضی سے جو مذہب چاہیں اختیار کریں۔

(۸) مذہبی دل آزاری سے تحفظ کا حق:

اسلام نے انسانوں کو یہ حق بھی دیا ہے کہ ان کی مذہبی دل آزاری نہ کی جائے۔قرآن

میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ”جن معبودوں کو یہ مشرکین، اللہ کے سوا پکارتے ہیں ان کو گالیاں نہ دو“۔ (الانعام آیت ۱۰۸) یہ معاملہ صرف بتوں کی حد تک خاص نہیں ہے بلکہ کسی قوم کے بزرگوں اور پیشواؤں کیلئے بھی یہی حکم ہے کہ ان کا احترام کیا جائے گا۔

(۹) یہ حق کہ ایک کے قصور میں دوسرا نہ پکڑا جائے:

اسلام انسان کا یہ حق قرار دیتا ہے کہ وہ دوسروں کے قصور میں پکڑا نہ جائے۔ قرآن میں یہ عام اصول بیان ہوا ہے کہ ”کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا“۔ (انعام آیت ۱۶۴) ہر شخص اپنے فعل کا خود ذمہ دار ہے۔ دوسرا اس کے لئے مسئول نہیں ہے۔

(۱۰) قانون کی نگاہ میں برابری کا حق:

اسلامی قانون ہر شہری کو مساوات کا حق دیتا ہے۔ اس حق میں مسلم اور ذمی میں کوئی فرق نہیں۔ غیر مسلم شہریوں کے بارے میں اسلامی شہریت کا قانون، حضرت علیؓ نے اس طرح بیان کیا ہے۔ ”انہوں نے ہمارا ذمہ قبول ہی اس لئے کیا ہے کہ ان کا خون ہمارے خون کی طرح اور ان کا مال ہمارے مال کی طرح ہو جائے“۔

(۱۱) معصیت سے اجتناب کا حق:

اسلام ہر شہری کو یہ حق بھی دیتا ہے کہ اسے کسی گناہ کا حکم نہ دیا جائے۔ اور کوئی حکومت یا حاکم یا افسر بالا اسے کوئی ایسا حکم دے تو ماتحت شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ گناہ کے کام میں اس کی اطاعت کرنے سے انکار کر دے۔ اسلام کی نگاہ میں اس کا یہ انکار، جرم نہیں ہے۔ بلکہ مجرم اور قابلِ سزا وہ ہے، جس نے کسی انسان کو گناہ کا حکم دیا۔ حضورؐ کی حدیث: ”خالق

کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے“ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

(۱۲) حکومت کے کام میں شرکت کا حق:

اسلام کے نقطۂ نظر سے، انسانی حکومت دراصل اللہ کی عطا کردہ خلافت ہے اور یہ خلافت کسی شخص یا خاندان یا طبقے یا جماعت کو نہیں بلکہ پوری امت اسلامیہ کو اجتماعی حیثیت میں عطا کی جاتی ہے جس میں ہر بندۂ مسلم کا حق برابر ہے۔ کسی کا کم اور کسی کا زیادہ نہیں ہے۔ اس مشترک خلافت کے نظام کو چلانے کیلئے جو عملی صورت قرآن میں تجویز کی گئی ہے وہ باہمی شورائیت ہے۔ ”اور مسلمانوں کا کام آپس کے باہمی مشورے سے چلتا ہے“۔ (شوریٰ آیت ۳۸) اور شوریٰ بے معنی ہو جائے گی۔ اگر درج ذیل باتوں کا لحاظ نہ ہو۔

- حاکم اور اس کو مشورے دینے والے نمائندے، لوگوں کی آزاد مرضی سے منتخب ہوں۔
- لوگوں اور ان کے نمائندوں کو تنقید، اختلاف اور اظہار رائے کی آزادی ہو۔
- عوام کو صحیح حالات سے باخبر رکھنے کا اہتمام ہو، تاکہ حکومت کے بارے میں وہ صحیح رائے قائم کر سکیں۔
- اس بات کی پوری ضمانت ہو کہ حاکم وہ شخص ہو جسے عوام پسند کریں۔ اور اُسے اقتدار سے ہٹا دیا جائے جسے لوگ ناپسند کریں۔

نبی کریم ﷺ کا تعارف:

محمد ﷺ کا تعارف اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک آپؐ کی ذاتی و نجی زندگی سے متعلق وہ سادہ واقعات مختصر طور پر بیان نہ کر دیئے جائیں۔ جو حضورؐ کی عظمت اور نبوت پر دلالت کرتے ہیں۔

حضورؐ اپنی ایسی تعریف، جس سے دوسرے نبی پر آپؐ کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہو، پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور صحابہ کو حکم دیتے کہ ’’نبیوں کے ذکر میں ایسا طرز بیان اختیار نہ کرو جس سے کسی کو کسی پر فضیلت کا اظہار ہو‘‘۔(بخاری)

’’میری شان میں مبالغہ نہ کرو۔ جس طرح نصاریٰ نے ابن مریم کی شان میں کیا۔ کیونکہ میں تو اللہ کا بندہ ہوں تو مجھے خدا کا بندہ اور اس کا رسول کہو‘‘۔(بخاری کتاب الانبیاء)

آپؐ ایک شادی کی تقریب میں تشریف لے گئے وہاں چھوٹی لڑکیاں اپنے بزرگوں کے کارناموں پر اشعار پڑھ رہی تھیں۔ انہوں نے یہ شعر بھی پڑھا کہ ہمارے درمیان ایسا نبیؐ ہے جو کل ہونے والی بات آج بتا دیتا ہے۔ حضورؐ نے یہ سن کر فرمایا کہ’’یہ شعر نہ پڑھو، جو پہلے پڑھتی تھیں وہی پڑھو‘‘۔(بخاری)

جس دن حضورؐ کے فرزند ابراہیم کا انتقال ہوا اسی دن سورج بھی گہنایا۔ لوگ کہنے لگے کہ ابراہیم کی موت کے غم میں ایسا ہوا ہے۔ نبی کریمؐ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ’’سورج چاند کسی کے مرنے سے نہیں گہنایا کرتے‘‘۔(بخاری)

ایک شخص آیا اور اس نے حضورؐ کو یا خیر البریہ (یعنی مخلوق میں سب سے بہتر۔) کہہ کر پکارا تو نبی کریمؐ نے فرمایا کہ’’یہ شان و مرتبہ تو (میرا نہیں)، حضرت ابراہیم کا ہے‘‘۔(بخاری)

ایک شخص حاضر ہوا، اور وہ حضورؐ کے رعب سے لرز گیا تو آپؐ نے فرمایا’’کچھ مضائقہ نہیں پروا نہ کرو۔ میں بادشاہ نہیں، بلکہ قریش کی ایک غریب عورت کی اولاد ہوں، جو سوکھا گوشت کھاتی تھی‘‘۔(بخاری)

دنیا میں پہلے بھی یہ قاعدہ تھا اور آج بھی موجود ہے کہ لوگ کسی معزز اور بزرگ شخص کی

آمد پر کھڑے ہو کر اس کا استقبال کرتے ہیں۔ نبی کریمؐ نے صحابہ کو حکم دے کر باقاعدہ منع فرمایا کہ وہ آپؐ کی آمد پر کھڑے نہ ہوں۔

نبی کریمؐ، صحابہ کے درمیان، مجلس میں اس طرح گھل مل کر بیٹھتے تھے کہ نئے آنے والے شخص کو پتہ نہ چلتا کہ اس میں نبی کریم ﷺ کون ہیں اور کہاں بیٹھے ہیں؟۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ گھر یا باہر کا کوئی شخص جب کبھی حضورؐ کو پکارتا تو آپؐ جواب میں لبیک ہی فرمایا کرتے۔(شفاء قاضی عیاض ۵۳)

عدل و رحم آپؐ کا شیوہ تھا۔ دو آدمیوں کے درمیان جھگڑا ہوتا تو عدل فرما دیتے۔ اور اگر کسی شخص کا آپ کی ذات مبارک کے ساتھ کوئی معاملہ ہوتا تو اس کا بدلہ عطا فرماتے۔

فاطمہ نامی ایک عورت نے مکہ میں چوری کی۔ لوگوں نے اُسامہؓ سے جو حضورؐ کو بہت محبوب تھے سفارش کرائی۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کیا تم حدود الٰہی میں کمی کی سفارش کرتے ہو۔’’ سنو اور جان لو اگر فاطمہؓ بنت محمدؐ بھی ایسا کرتی تو میں حد جاری کرتا‘‘۔(بخاری)

سوادؓ بن عمر ایک روز حضورؐ کے پاس ورس کا رنگین کپڑا پہن کر گئے، تو آپؐ نے خُط خُط فرمایا اور چھڑی سے ان کے پیٹ کو ٹھونکا۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ میں قصاص لوں گا آپؐ نے مجھے تکلیف دی ہے۔ حضورؐ نے فوراً اپنا شکم مبارک برہنہ کر کے ان کے سامنے کر دیا کہ بدلہ لے لو۔(شفا قاضی بن عیاض)

دشمنوں کے ساتھ رحم:

مکہ میں سخت قحط پڑا۔ ابوسفیان نے نبی کریمؐ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ آپؐ تو قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ دیکھئے آپؐ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ اللہ سے دعا کیجئے۔ حضورؐ نے اللہ سے دعا مانگی اور خوب بارش ہوئی۔(بخاری)

ثمامہؓ بن اثال نے ،نجد سے مکہ جانے والا غلہ بند کر دیا ، کیونکہ اہل مکہ حضورؐ کے دشمن تھے۔آپ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اور غلہ جاری کروا دیا۔''

جودوکرم:

ایک سائل نے سوال کیا تو فرمایا'' تم میرے نام پر قرض لے لو، کیونکہ میرے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے۔میں قرض ادا کردوں گا۔حضرت عمرؓ نے ٹوکا اور کہا کہ اللہ نے آپؐ کو اس کا مکلّف نہیں کیا ہے۔حضورؐ چپ ہوگئے ۔ایک انصاری قریب میں موجود تھے ۔فرمایا یا رسول اللہؐ خوب دیجئے۔رب العرش مالک ہے،تنگ دستی کا کیا ڈر ہے۔نبی کریمؐ ہنس پڑے اور چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار ظاہر ہوگئے۔فرمایا'' مجھے یہی حکم ہے'' ۔(شفا قاضی عیاض ۵۰)

حضورؐ اکثر فرمایا کرتے ،اگر کوئی مقروض ہو اور مال نہ چھوڑے تو ہم اسے ادا کریں گے۔اور اگر کوئی مال چھوڑ کر مرے تو وہ اس کے وارثوں کا حق ہے۔(بخاری)

صدق وامانت:

ایک روز ابوجہل نے کہا کہ محمدؐ! میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا،لیکن تیری تعلیم پر میرا دل مطمئن نہیں ہوتا۔(شفا قاضی عیاض ۵۹)

ہجرت کی رات جب حضور ﷺ مدینہ کے لئے روانہ ہوئے تو کفار مکہ کی امانتوں کی ادائیگی کے لئے ،جنھوں نے آپؐ کے قتل کا فیصلہ کیا تھا۔اپنے بھائی حضرت علیؓ کو اپنے پیچھے چھوڑا کہ ان کی امانتوں کو واپس کر کے مدینہ آجائیں۔

ایفائے عہد

عبداللہ بن ابی الحمساء نے آپ ﷺ سے کچھ معاملہ کیا اور آپ ﷺ کو بٹھا کر چلے

گئے آکر حساب کر دیتا ہوں، اتفاق سے ان کو خیال نہ رہا، تین دن کے بعد اُدھر سے گزرنے کا اتفاق ہوا دیکھا تو آپ ﷺ اسی جگہ تشریف رکھتے تھے۔ان کو دیکھ کر فرمایا'' میں تین دن سے یہاں تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں۔''(ابوداؤد کتاب الادب بحوالہ سیرت النبی،ج۔۲)

لڑکیاں باعث نجات:

دنیا میں پہلے بھی لڑکیوں کے وجود کو بلا اور مصیبت سمجھا جاتا تھا۔اور آج بھی کسی نہ کسی شکل میں مختلف سماج میں اور معاشروں میں ان کے تعلق سے یہ تصور موجود ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اس تصور کو رحمت میں بدل دیا اور لڑکیاں خدا کی رضا اور فلاح آخرت کا ذریعہ بن گئیں:

فرمایا'' جو کوئی کسی لڑکی کی وجہ سے پریشانی میں مبتلا ہو،لیکن پھر بھی اس کے ساتھ محبت، مہربانی اور حسن سلوک کا معاملہ کرے تو وہ دوزخ کے عذاب سے اس کو بچالے گی، اور دوزخ اور اس کے درمیان پردہ بن کر حائل ہوجائے گی''۔(بخاری)

ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا'' جو شخص دولڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ جوان ہوجائیں تو قیامت کے دن میرا اور اس کا مرتبہ (دوانگلیوں کو اٹھا کر فرمایا) یوں برابر ہوگا''۔(مسلم)

شرم وحیا:

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ پردہ کرنے والی لڑکی سے بڑھ کر،حضورؐ میں حیا تھی۔جب کوئی بات آپؐ کے سامنے ایسی ہوتی جو حضورؐ کو ناپسند ہوتی،تو چہرہ مبارک سے فوراً معلوم ہوجاتا۔(صحیح بخاری)

جب کوئی خطا کار سامنے آ کر معافی کا طالب ہوتا تو حضورؐ شرم سے اپنی گردن مبارک جھکا لیتے اور سامنے نہ دیکھتے۔

تکلیف اٹھا کر اپنے روزانہ کے کام خود کرتے۔ مگر دوسرے شخص سے از راہ شرم کام کرنے کو نہ فرماتے۔

صبر و حلم:

ایک اعرابی آیا اُس نے حضور ﷺ کی چادر کو پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا، جس سے آپ کی گردن پر نشان پڑ گیا۔ اس کے بعد کہا کہ محمدؐ ! یہ اللہ کا مال جو تمہارے پاس ہے، نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا ہے۔ اس میں سے ایک اونٹ کا بوجھ مجھے دلا دو۔ نبی کریمؐ نے چند لمحے خاموش رہ کر فرمایا ''مال بیشک اللہ کا ہے اور میں اس کا غلام ہوں اور حکم دیا کہ اس کو ایک اونٹ کا بوجھ جَــو اور ایک اونٹ کا بوجھ کھجوریں دے دی جائیں''۔ (شفا قاضی عیاض)

زید بن سَتنہ ایک یہودی تھا۔ حضورؐ اس کے مقروض تھے۔۔۔ وہ آیا اور آتے ہی آپؐ کے شانے سے چادر اتار لی۔ جسم کے کپڑے پکڑ کر کہنے لگا کہ اہل عبدالمطلب بڑے نادہندہ ہوتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس کو سختی سے جھڑک دیا۔ حضورؐ ہنس پڑے۔ ''فرمایا عمرؓ تمہارے لئے لازم تھا کہ تم میرے ساتھ اور اس کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کرتے کہ مجھے حسن ادائیگی کیلئے کہتے اور اس کو حسن تقاضا سکھاتے۔ پھر زید کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ابھی وعدہ کے تین دن باقی ہیں، اور حضرت عمرؓ سے فرمایا اس کا قرض ادا کر دو بیس صاع زیادہ دینا کیونکہ تم نے اسے جھڑکا اور ڈرایا بھی تھا''۔ اس واقعہ کے بعد زید مسلمان ہو گیا۔ (رواہ بیہقی)

عفو و درگزر:

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ حضورؐ نے اپنی ذات مبارک کے معاملے میں کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ (بخاری)

جنگ اُحد میں کافروں نے حضورؐ کے دانت توڑ دئے، سر پھوڑ دیا، آپؐ ایک غار میں گر گئے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ان پر بددعا فرمائیے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ ''میں لعنت کرنے کیلئے نبی نہیں بنایا گیا ہوں، بلکہ دعوت الی اللہ کے لئے لوگوں کے پاس بھیجا گیا ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے جو دعا فرمائی وہ یہ تھی کہ'' اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے، وہ مجھے نہیں جانتے ہیں''۔ (شفا قاضی عیاض)

نبی کریمؐ اپنے انسان اور بشر ہونے کے بارے میں بہت حساس تھے اور اپنی بشری حیثیت کو ہر مناسب موقع پر نمایاں کرتے تھے، تاکہ آپؐ کی شان رسالت کے ساتھ، اہل ایمان، آپؐ کے بشر ہونے کی حیثیت کو نہ بھولیں۔

ایک دفعہ فرمایا، میں بشر ہوں، میرے پاس مقدمات آتے ہیں، اور ایک فریق اپنی بہترین گفتگو سے، مجھ پر یہ تاثر چھوڑتا ہے کہ وہ حق پر ہے۔ اور میں اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں، حالانکہ وہ حق پر نہیں ہے۔ تو میرے اس فیصلے سے ملنے والی چیز اس کے لئے جائز نہ ہوگی۔ وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے، خوب سوچ بچار کر کے چاہے تو لے لے، یا چھوڑ دے۔ (بخاری)

بریرہؓ (جو لونڈی تھیں) سے حضورؐ نے، اس کے سابق شوہر کے ساتھ رہنے کی سفارش فرمائی، جس کو آزاد ہونے کی وجہ سے شرعاً یہ حق حاصل ہو گیا تھا کہ وہ چاہے تو اپنی آزاد مرضی سے سابق شوہر کے پاس ہی رہے یا دوسرے شخص سے نکاح کر لے۔ بریرہؓ نے

حضورؐ سے پوچھا کہ کیا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں میں سفارش کرتا ہوں۔ یہ سن کر وہ بولیں، مجھے ان کی حاجت نہیں ہے۔(بخاری)

اہل مدینہ نر اور مادہ کھجور کی قلم کو ایک دوسرے کے ساتھ ملاتے تھے نبی کریمؐ نے فرمایا اس کی کیا ضرورت ہے، رازق اللہ ہے۔اہل مدینہ نے قلم کرنا چھوڑ دیا تو درختوں پر پھل کم لگے۔لوگوں نے حضورؐ سے یہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ''دنیا کے امور و معاملات میں تم مجھ سے بہتر جانتے ہو''۔(حدیث) ''جب میں دین کا کوئی کام بتاؤں تو اس کی پیروی لازم ہے''۔(حدیث)

ایک موقع پر حضورؐ نے خود اپنا تعارف یوں فرمایا۔

❁ ''حقیقت کی پہچان میرا اصل سرمایا ہے۔

❁ عقل میرے دین کی بنیاد ہے۔❁ محبت میری اساس ہے۔❁ شوق میری سواری ہے۔ ❁ اللہ کا ذکر میرا ساتھی و غمگسار ہے۔❁ لوگوں کا اعتماد میرا خزانہ ہے۔ ❁ غم میرا دوست ہے۔ ❁ علم میرا ہتھیار ہے۔❁ صبر میری ڈھال ہے۔❁ رضائے الٰہی میری جدوجہد کا حاصل ہے۔ ❁ عاجزی میرا سرمایۂ افتخار ہے۔❁ زہد میرا کاروبار ہے۔ ❁ یقین میری قوت ہے۔❁ صدق میرا مددگار ہے۔ ❁ فرمانبرداری میری پہچان ہے۔❁ جہاد میرا شعار ہے۔❁ اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔''(شفا قاضی عیاض)

زیر اہتمام: محمد صدیق قریشی
Pixel Arts
Mobail: 9820790615